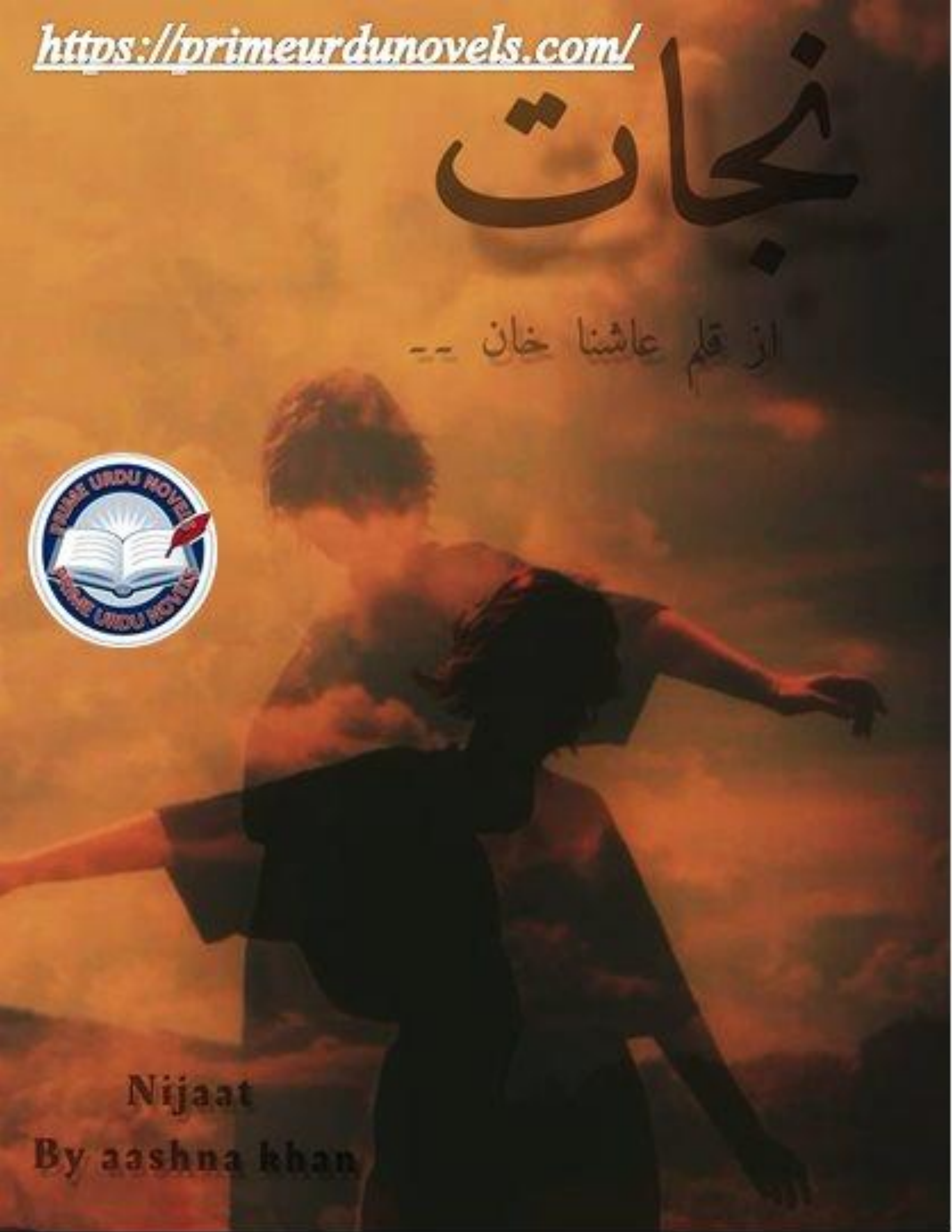
https://primeurdunovels.com/
نجات
از قلم عاشنا خان --
Nijaat
By aashna khan

نجات

از قلم عاشنا خان

پیش لفظ:-

زمین و آسمان،صحرا و سمندر،رات اور دن جیسے ایک ہی سکے کے دو پہلو ہے ویسے ہی اس کہانی کے بھی دو پہلو ہے۔ایک وہ وقت جو گزر گیا اور دوسرا آج جو للکار بن کر سامنے آیا ہے۔گزرے ہوئے وقت کی میٹھی یادیں تو رنگین ہوتی ہے لیکِن آج کی حقیقت میں کوئی رنگ نہیں۔۔

If you find novel interesting please share your openion on my insta account ..ID:@aash01k

قسط 1

رات گہری اور سرد ہوئی جارہی تھی۔جامنی ہوتے آسمان اور داغدار چاند کو کالے گھنے بادلوں نے اپنے پیچھے کہیں چھپا دیا تھا۔ہر طرف سنّاٹا تھا،خاموشی اور سکوت کا عالم۔ایسے میں زوردار تڑا تڑ برستی طوفانی بارش، اور سمندر میں رقص کرتی لہروں کا ارتعاش اس سکوت میں مداخلت کررہا تھا۔ترچھی بوندوں والی اس طوفانی بارش نے لہروں کی موجوں کو مزید اکسا دیا تھا۔ماحول خوفناک لگتا تھا۔بجلی کی کڑ کڑاہٹ اس ماحول کو اور بھی وحشتناک بنا رہی تھی۔

am2:00

سمندر کے تقریباً قریب واقع قلعے کے اندر ایک بڑا سا چبوترا بنا تھا۔جو آتی جاتی لہروں اور بارش کے پانی سے پورا بھیگ چکا تھا۔لوہے کی موٹی اور بھاری بھرکم زنجیر اس چبوترے سے لٹک رہی تھی۔جسکا آخری سرا چبوترے کے اوپر کسی گڑھی ہوئی شے میں مقید تھا۔اُسکے کچھ دوری پر اس چبوترے کی سطح اُکھڑی ہوئی تھی جسمیں بارش کی بوندیں جمع ہورہی تھی۔وہی کچھ فاصلے پر وہ قلعے کے اس چبوترے پر گھٹنوں پر رکھے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپائے اکڑوں بیٹھا تھا۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSESSION

جہاں سے تیز بارش اور سمندر کی لہروں کی بوچھاڑ اُسپر وقفے وقفے سے آرہی تھی۔اور اُسے مسلسل بھگائے جارہی تھی۔گیلے بال اُسکے ہاتھوں کےاوپر جھلکتی پیشانی پر بکھر چکے تھے۔اس نے کالے بوٹس اور جینز پر گردن تک آتی ٹی شرٹ اور اُس کے اوپر بھورے رنگ کا اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔لہروں کا بہاؤ تیز ہوتا جا رہا تھا۔اس نے اپنا گیلا چہرہ دھیرے سے اوپر اٹھایا۔ہر شئے سے بیزارگی ظاہر کرتا سفید چہرہ جیسے مردہ لاش حرکت کرنے لگی ہو۔

☆☆☆☆☆

am 3:20

بارش اور موجوں کا بہاؤ تھما تو نا تھا لیکن تقریباً کم ہوچکا تھا۔جہاں وہ پہلے بیٹھا تھا،اسی مقام سے کچھ فاصلے پر بنی اس قلعے کی سرمئی دیوار پر کرید کر کچھ لکھا ہوا تھا۔جس پر اب وہ ہاتھ پھیر رہا تھا پھر سیدھا ہوکر اسی دیوار سے پشت لگائے وہ نیچے بیٹھتا گیا۔یوں جیسے جسم میں جان ہی باقی نہ رہی ہو۔اُسکا چہرہ ہر تاثر سے خالی تھا۔گیلے بال اب بھی اُسکی پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے جن سے بوندیں اُسکے چہرے سے ہوکر گر رہی تھی۔داڑھی تقریباً بڑھی ہوئی تھی مانو کئی دِنوں سے شیو نا کی گئی ہو۔وہ مضبوط جسم کا مالک دراز قد اور سبک نقوش چہرے والا مرد معلوم ہوتا تھا۔گوری رنگت اور ڈارک براؤن آنکھیں جن میں ایک عجیب سی کشش تھی۔لیکن ان آنکھوں میں کچھ اور بھی عجیب تھا جو خوف دلاتا تھا۔

☆☆☆☆☆

am 5:40

یہ کار کے اندر کا منظر تھا۔وہ ڈرائیو سیٹ کے بازو والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔لبوں کے درمیان سگریٹ تھی جسے وہ لائٹر سے سلگا رہا تھا۔سلگا چکنے کے بعد گہری سانس سے اُسے اندر کھینچ کر ایک کش لی اور سگریٹ نکال کر بہت سا دھواں ایک باہر ہوتی سانس کے ساتھ خارج کیا۔آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی جسے اسنے سگریٹ پکڑے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔دھوئیں کے باعث کار کے فرنٹ کانچ پر دھند آگئی تھی۔اسنے دھند پر اپنی انگلی سے ایک انگریزی حرف لکھا، دوسرا حرف لکھنے کی ہمت کی لیکِن نہیں لکھ سکا۔اپنی ہتھیلی سے اس نے کانچ پر آئی دھند ،اور اُس حرف کو رگڑ کر صاف کیا۔ ہاتھوں کی حرکت سست تھی۔

☆☆☆☆☆

درختوں کے پتوں سے بارش کی بوندیں نیچے تھے گڑھے میں گر رہی تھی۔ جسمیں ابر آلود آسمان اور اس درخت کا عکس نظر آتا تھا۔بارش پوری طرح سے تھم چکی تھی۔ لیکِن موسم میں اب بھی نمی تھی۔سورج کی کرنیں اس موسم میں کمزور سی لگتی تھی۔آس پاس کوئی شور نہیں تھا،نا کسی انسان کی آواز اور نا کوئی ذرائع کے شور کی آواز۔یہ کراچی کا وہ علاقہ تھا جہاں کوئی آتا جاتا نہیں تھا۔

6:55 am

وہ بہت تیزی سے قلعے کی سیڑھیاں عبور کررہا تھا۔آدھی سیڑھیاں عبور کر لینے کے بعد وہ ایک سیڑھی پر ٹھہرا، چہرہ اب بھی بے جان سا لگتا تھا، اُسکے کپڑے اب بھی ہلکے گیلے تھے، بال بھی کچھ خاص سوکھے نہیں تھے، اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی مدد سے اُنہیں پیچھے کی طرف جما دیے تھے۔

وہاں ایک پتھر پڑا تھا اسنے اپنے بوٹ کی مدد سے اُسے زور سے نیچے کی طرف پھینکا۔وہ پتھر اُن سیڑھیوں سے لڑکھڑاتا ہوا نیچے کی طرف ایک مقام پر ٹھہرا۔وہ پھر سے تیز رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگتے اس پتھر کے پہلے والی سیڑھی تک پہنچا اور اسی پر بیٹھ گیا۔کچھ دیر اس پتھر کو تکتے رہنے کے بعد تھوڑا جھک کر پتھر ہاتھ میں لیا اور پھر کسی گہری سوچ میں گم ہوگیا۔

☆☆☆☆☆

کشتی میں سوار وائٹ ہیٹ اور پیروں تک آتی لمبی میکسی پہنی لڑکی،جسکے ساتھ ایک ستائیس - اٹھائیس سالہ نوجوان لڑکا بھی تھا۔خوش گپیاں کرتے اس دریا کے سفر کا لطف لے رہے تھے۔

****

اب وہ لڑکی ایک گھوڑے پر بیٹھی تھی۔اور وہ لڑکا اس گھوڑے کی رسی پکڑے آگے چلتا جارہا تھا ۔سورج غروب ہونے والا تھا آسمان کا رنگ سنتری ہوتا جارہا تھا۔پرندے اپنے آشیانوں میں لوٹ رہے تھے۔

****

وہ دونوں اب ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ساحل سمندر کے کنارے بغیر جوتوں کے چل رہے تھے ، سمندر کا پانی اُنکے پیروں پر وقفے وقفے سے آرہا تھا۔

****

am7:30

کار ایک جھٹکے سے رکی۔اُسکا ہاتھ اسٹیرنگ کے درمیان رکھا تھا۔" سننننننننن........"

ہارن بجتا گیا۔اسنے ہاتھ نہیں ہٹایا۔اُس نے اس ہاتھ پر جھکا اپنا چہرہ اٹھایا۔سامنے بڑی سی کھائی تھی ۔تیزی سے بریک لگنے کے باعث ٹائر کی چرچراہٹ سے وہاں پڑی مٹّی سے ڈھیر ساری دھول اُسکی

کار کے سامنے اُڑ رہی تھی۔وہ یک ٹک دیکھتا رہا۔اسنے ہارن سے اب تک ہاتھ نہیں ہٹایا وہ مسلسل بجتا رہا۔اُسکے اوور کوٹ کو کسی نے کھینچا۔وہ بری طرح چونکا اور ہارن سے ہاتھ ہٹا کر اُس طرف پلٹا۔

"میاؤں ،میاؤں "اُسکی کار میں موجود سفید ملائم بالوں والی بلی۔جو مسلسل چلائے جارہی تھی۔شاید اُسے ہارن کی آواز سے تکلیف ہورہی تھی۔

"شٹ اپ " اس نے درشتی سے بلی کو جھڑکا تھا۔جسکے بعد وہ بلی ڈر کے پیچھے کی سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔

وہ بھی سامنے مڑ کر گہری گہری سانس لینے لگا ، چہرہ پسینے سے تر تھا۔پھر وہ اس بے رنگ سے آج سے نکل کر بے شمار رنگوں سے بھرے ماضی میں کھوتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

ماضی

افتخار عبّاسی نے اسنوکر پول کی گیند کو کیو اسٹک سے حرکت دی۔گیندوں کی ایک دوسرے سے ٹکرانے کی آواز سارے میں گونجی۔اب وہ کیو اسٹک ہاتھ میں لیے آگے بڑھے۔

"پریکٹس کرنے میں شرم آتی ہے ، تو کیا ضرورت تھی لاء کرنے کی ؟“
چہرے پر سنجیدگی بھرا غصہ طاری کیے وہ اُس سے مخاطب ہوئے۔جو سامنے رکھے بڑے صوفے پر ہاتھ میں ایک موٹی سی بھوری جلد والی کتاب لیے بیٹھا تھا۔سوال سن کر اس نے ذرا سی گردن پیچھے کی طرف موڑی۔

"میں نے لاء اسلئے نہیں کیا کہ میں پریکٹس کرو ؛ جھوٹ بول بول کر پیسوں کا ڈھیر لگا دوں۔“ جواب فوراً آیا تھا۔

ایک گیند کو پھر سے کیو اسٹک کی مدد سے حرکت دے کر وہ اسنوکر ٹیبل کی دوسری سمت آتے ہوئے بولے۔

"? So,what's the purpose of your existence“

"پہچان کیا ہے تمہاری ؟ہاں ؟“ لہجے میں طنز تھا۔

"فلحال تو یہیں۔۔۔کہ میں آپکا بیٹا۔۔ہُوں۔"
کتاب وہاں موجود ٹیبل پر رکھ کر، صوفے سے اٹھ کر اُنکی طرف بڑھتے ہوئے اسنے ٹھہر ٹھہر کر جملہ مکمل کیا۔

وہ اب اسنوکر پول کی اس سمت جھکے کھڑے تھے، جہاں سے انکی پشت دکھائی دے رہی تھی۔وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوث ہٹے کٹے جسم کے مالک۔کوٹ شاید اُتار رکھا تھا، ڈھیلی ٹائی، سانولی رنگت اور کالی داڑھی موچھ اور کالے ڈائی کیے بال۔ جنمیں اکثر سفید بھی نظر آتے تھے۔

"اگر اتنا ہی کافی تھا۔تو اتنا پیسہ ایجوکیشن پر برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟" وہ ایک بار پھر کیو اسٹک کی مدد سے گیند کو حرکت دیتے ہوئے بولے۔
ایک دفعہ پھر گیندوں کے آپس میں ٹکرانے کی آواز وہاں گونجی۔

"کم آن بابا!! پیسہ۔۔پیسہ۔۔اور صرف۔۔پیسہ۔" وہ اُنکی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔۔

"آپکو شاید یہیں لگتا ہے کہ میں آپکے نقشِ قدم پر چلونگا۔وہیں کرونگا جو آپکے بزرگ کرتے آئے ہیں۔ریس کے گھوڑے پالنا اور پیسے کمانا۔چاہے اُن پیسوں کا رنگ کالا ہی کیوں نہ ہو۔"

وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے صوفے کی پشت تک جاکر پیچھے سے بیٹھا۔۔اُسکے انداز میں کوئی شرمندگی نہیں تھی۔وہ ایسا ہی تھا کھل کر حقیقت بیان کرنے والا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے آہل ؟کوئی ایسے بات کرتا ہے اپنے بابا سے؟" نادیہ بیگم نے اُسے بے حد خفگی سے ڈانٹا۔

"میں نے کیا غلط کہا امّی ؟" اُسکے انداز میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔

"نہیں۔تُم نے بالکل صحیح کہا ! انہی پیسوں پر تُم عیش کرو گے۔تمہیں یہی سب کچھ کرنا ہے۔اور پیسے کمانے ہیں۔"
افتخار صاحب اب کیو اسٹک رکھ کر اس سے سختی سے مخاطب ہوئے تھے۔

"میں پیسے کما کر کیا کرونگا ؟ آپ نے جو اتنا ڈھیر لگا رکھا ہے۔"

اُس نے اب دھیرے سے اُن کی بات کا جواب دیا۔۔وہ کچھ کہہ پاتے اس سے پہلے ہی وہ وہاں سے اٹھ کر باہر کی طرف چلا گیا۔

"آپ بھی ناں! خوامخواہ اُسکے پیچھے پڑے رہتے ہے۔وہ اب بڑا ہو چکا ہے۔جو کرنا چاہتا ہے کرنے دیجیئے۔"

اُسکے جاتے ہی نادیہ افتخار نے اُسکی وکالت شروع کردی تھی۔

☆☆☆☆☆

سفید رنگ کی باؤنڈری کے پاس آکر وہ ٹھہر گئی اور اُسکی دوست چند قدم آگے نکل گئی۔وہ صبح کی والک کے لیے نکلے تھے۔

"یا اللہ یہ لڑکی بھی نا!"اُسے ساتھ نا پاکر وہ واپس مڑی ،اُسے وہاں کھڑا دیکھ کر منہ میں بڑبڑاتی اُسکی طرف واپس آئی۔

اُسکے پیچھے کھڑے رہ کر جس سمت وہ دیکھ رہی تھی اُسکے ساتھ دیکھنے لگی۔پھر اُسکے کندھے کو زور تھپتھپایا تو وہ چہرے پر خفگی لیے مڑی۔

"اوہ شمائم تُم ہو !"اور پھر سے اُسی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کیا بیوقوفی ہے ؟ ہر روز یہاں آکر پاگلوں کی طرح تماشا دیکھنے لگتی ہو۔"

"بس تھوڑی دیر اور۔"اُسکی آنکھوں میں ایک چمک تھی ،وہ مسکراکر اُس سے التجا کرنے لگی اور پھر اس سفید باؤنڈری پر ہاتھ رکھے اُسی طرف دیکھتی رہی۔

"چلو ایمان ، پہلے ہی آج کافی دیر ہوچکی ہے۔" وہ اُسے سنجیدگی سے بولی۔

" Just two minuites ;just two minutes only please"

وہ پھر سے شمائم کی طرف دیکھ کر معصوم سی شکل بنا کر التجائیہ لہجے میں بولی۔

"ok,take you time . میں جارہی ہُوں۔"

غصّے سے کہتی وہ آگے چلی گئی۔

"میں وقت پر آجاونگی۔" شائم کو جاتا دیکھ وہ چلا کر بولی۔اور واپس باؤنڈری پر ہاتھ ٹکائے دوسری طرف دیکھتی رہی۔جیسے کسی کی آمد کا انتظار ہو۔

باؤنڈری کے اندر ایک نوجوان موجود تھا۔جس نے گلے تک آتی ٹیشرٹ پر آدھی آستین کی جیبوں والی کالی جیکٹ پہن رکھی تھی اور ایک خوبصورت چیسٹ نیٹ رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوکر گھڑسواری کررہا تھا۔وہاں اور بھی گھڑسوار موجود تھے لیکن کچھ تھا اُسکے انداز میں جو اُسے باقی سب سے منفرد بنا رہا تھا۔

اُسکی براؤن آنکھیں ،اور گوری رنگت پر ہلکی سی بیرڈ اُسے مزید پرکشش بنا رہی تھی۔سیاہ بال الٹے طرف سے ٹیڑھی مانگ نکال کر پیچھے کی طرف جمارکھے تھے۔جو اُسکی شخصیت پر اور بھی جچ رہے تھے۔

اب وہ اس باؤنڈری کے پاس سے گزرنے والا تھا جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی۔اُسکی دھڑکن تیز ہوئی۔

گھوڑے کے تیزی سے دوڑتے قدموں کی آواز تیز ہوتی گئی اور وہ لمحے بھر میں اُسکے سامنے سے گزر گیا۔اور وہ اُسکی پشت غائب ہونے تک دیکھتی رہی اور پھر سر جھٹک کر واپس جانے کے لیے قدم بڑھانے لگی۔اب ایک اُداسی نے اُسے آں گھیرا تھا۔روز یہی تو ہوتا تھا اُسکے ساتھ۔وہ اُسکے آنے تک بے حد خوش رہتی۔لیکن اس طرح پل بھر میں سامنے سے گزر جانے اور اُسکے اُسے آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھنے کا غم اُسے اُداس کردیتا تھا۔لیکن یہ کمبخت دل پھر بھی نجانے کیوں روز اس مقام پر آکے اُسے روک دیتا تھا۔

☆☆☆☆☆

سبھی گھڑسوار اب اپنے گھوڑے لیے ایک کے پیچھے ایک قافلے جیسے چلتے آرہے تھے۔
وہ بھی اپنا گھوڑا ایک لڑکے کو سونپ کر پارکنگ ایریا میں اپنی بڑی اور کالی چمچماتی کار کے پاس چلا آیا۔اندر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ آواز پر رک گیا۔

"ہائی مسٹر آہل ! "

سامنے سے آرہے جاگنگ سوٹ میں ملبوث ایک پچاس پچپن سالہ بزرگ نے اُسے آواز دے کر روکا۔

"اوہ! السلام وعلیکم مسٹر عمران صدیقی۔" اسنے بڑے ہی گرمجوشی سے اُن سے ہاتھ ملایا۔

"وعلیکم السلام !" دونوں کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔

"آپ جاگنگ کبھی مس نہیں کرتے۔" وہ مسٹر صدیقی سے مسکراکر کہہ رہا تھا۔

"ارے بھئی ! زندہ رہنے کے لیے ہاتھ پیر تو چلانے ہی پڑتے ہیں۔بینک میں تو صرف دماغ اور انگلیوں کی ایکسرسائز ہوتی ہے۔اور اگر جسم پر چربی چڑھ جائے تو خود ہی اُسے نکالنا پڑتا ہے۔ورنہ اگر وہ (آسمان کی طرف اشارہ کر کے) نکالنے لگ جائے تو بھاری پڑ جاتا ہے۔"دونوں ہنسنے لگے تھے۔

" آپکا سینس آف ہیومر کافی اچھا ہے ،نائس شوز !"

وہ دونوں کار سے ٹیک لگائے باتیں کررہے تھے ،صدیقی صاحب نے ایک پیر کار کے فرنٹ بمپر پر رکھا تھا۔اُنکے پیروں میں سفید رنگ کے بھاری بھرکم سپورٹس شوز تھے۔

"ہمارے جیسے لوگ جو زمین پر چلتے ہیں۔اُنکے لیے ایسے جوتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔تمہاری تو بات ہی الگ ہے۔" وہ اُسکی طرف ہاتھ اٹھاکر بولے۔

"وہ کیسے ؟" اُسے بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"بھئی تُم تو ہمیشہ گھوڑے پر سوار رہتے ہو۔لیکِن یاد رکھنا تُم جو بھی پیسے کماتے ہو۔وہ ہمارے ہی ہاتھوں کے نیچے سے نکلتے ہیں۔"
انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے نیچے سے بایاں ہاتھ نکالتے ہوئے یہ بات کہی۔

"میں سمجھا نہیں۔"وہ شانے اچکا کر بولا۔

"یعنی یہ کہ تمہارے سارے پیسے ہمارے ہی تو بینک میں جمع ہوتے ہیں۔"

"اوہ ہاں!!!یہ تو ہے۔پاپا کا اکاؤنٹ آپ ہی کے بینک میں تو ہے۔"اُسنے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا ۔

"چلیں۔میں آپکو چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ کار کا ٹیک چھوڑ کر بولا۔

"ارے نہیں۔میں چلا جاؤنگا تھوڑی ایکسرسائز کرنی باقی ہے ابھی۔"

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔"اللہ حافظ۔"الوداعی کلمات کہہ کر وہ کار میں بیٹھا ، کار اسٹارٹ کی ،اور جانے لگا۔

☆☆☆☆☆

وہ ایک بہت بڑا سا کمرہ تھا۔ جسمیں سفید چادر اور موٹے گدے والے دو بیڈ آمنے سامنے رکھے ہوئے تھے ،درمیان میں چلنے پھرنے کے لیے کافی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔دیواروں کا رنگ ایش بلیو تھا ،کھڑکی کی طرف والے بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر بہت سی مہنگی سجاوٹی اشیاء رکھی تھی لیمپ ، کلاک ،کانچ کے واس میں نقلی طرز کے بنے چھوٹے چھوٹے گلابی پھول لگے تھے۔ساتھ میں کچھ ناولز بکس بھی رکھی تھی جو شاید پڑھنے کے لیے نکالی گئی تھی۔کھڑکی کے پردے گہرے آسمانی رنگ کے دھاگوں سے بنے پھولوں کے تھے جو بیڈ کی ڈیزائن سے ملتے جلتے تھے۔سائڈ ٹیبل کے اوپر بنی سفید رنگ کی لمبی سی شیلف میں بہت سی کتابیں سجی ہوئی تھی۔بیڈ پر مختلف ہلکے رنگ کے پلوز سجے ہوئے تھے۔ اُسی بیڈ کے دائیں طرف اسٹڈی ٹیبل تھی۔ جسمیں سلیبس کی کتابیں اور کچھ اشیاء بکھری پڑی تھی۔اور اسٹڈی ٹیبل کے دائیں طرف ڈریسنگ ٹیبل تھی۔ مختلف پرفیومز،اور دیگر چیزیں۔واشروم سیدھے ہاتھ کی طرف تھا اور دروازہ الٹے ہاتھ کی طرف بنی دیوار کے کونے میں تھا،اور دروازے کے پاس شو ریک تھی اور اُسکے دائیں طرف دو بڑی بڑی الماریاں رکھی تھی۔

وہ دروازہ بند کر کے اندر آئی تو شمائم اپنے اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی لیپ ٹاپ پر کچھ دیکھ رہی تھی۔

"آگئی تُم ؟" وہ ٹائپ کرتے ہوئے بنا گردن موڑے بولی۔

"ہوں۔" وہ اُداسی سے بولی اور اپنے پلنگ پر بیٹھ کر شوز اتارنے لگی۔

وہ کالے رنگ کی گھٹنوں تک آتی ڈھیلی ٹیشرٹ اور جم پینٹ میں ملبوث تھی۔کمر سے تھوڑے اوپر تک آتے ہلکے گھنگریالے براؤن بالوں کی اونچی پونی بنائی ہوئی تھی۔صاف و شفاف گوری گلابی رنگت ،ہلکی سبز آنکھیں جنپر بڑی سیاہ پلکیں راج کرتی تھی ، چھوٹی ستواں سردی سے سرخ ہوتی ناک ، گلابی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ۔وہ بے حد حسین تھی ،ہر دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کردینے کی صلاحیت تھی اُسکے حسن میں۔

"کیا ہوا پریشان لگ رہی ہو۔"شمائم پھر سے اُسی انداز میں مخاطب ہوئی۔

"نہیں تو۔" وہ اب بیڈ شیٹ برابر کرکے اسٹڈی ٹیبل پر بکھری اشیاء کو سمیٹ کر اُنکی مناسب جگہ رکھ رہی تھی۔

شمائم اٹھ کر اُسکے بیڈ پر آبیٹھی ،وہ اُسی طرح چیزیں جماتی رہی۔

شمائم نے سفید لمبی گھٹنوں سے نیچے تک آتی کرتی اور ٹراوزر پہن رکھی تھی۔اور دوپٹہ سیدھے طرف ڈال دیا تھا۔گہری سیاہ بڑی بڑی آنکھیں چہرے پر راج کرتی تھی۔گوری رنگت اور چھوٹے سے گلابی ہونٹ اور ناک۔اُسکے سیاہ سلکی بال آدھے کھلے اور آدھے کلیچر میں مقید تھے۔وہ بھی بلا کی خوبصورت تھی۔

"ایک بات پوچھوں تم سے ایمان ؟"وہ اُسے کچھ دیر دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔

"پوچھو۔" وہ اب بکس کو ترتیب دے رہی تھی۔

"محبت کرنے کے لیے کیا صرف کسی کا خوبصورت ہونا ہی کافی ہوتا ہے ؟"

"نہیں۔بالکُل بھی نہیں . محبت انسان کے اندر موجود سادگی اور اچھائی سے کی جاتی ہے۔محبت انسان کی صورت سے نہیں اُسکی سیرت سے کی جاتی ہے۔" جواب فوراً آیا تھا،وہ ہنوز بکس کو ترتیب سے رکھنے میں مصروف تھی۔

"اگر ایسا ہے تو تُم نے آہل عبّاسی میں کیا اچھائی دیکھی ؟"شمائم نے بنا جھجکے سوال کیا۔

وہ کتابیں جماتے ہوئے ٹھٹکی شمائم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور اسٹڈی ٹیبل کی چیئر کھینچ کر اُس پر بیٹھ گئی۔اور گہری سانس لے کر بولی۔

"شمائم تمہیں لگتا ہے کہ میں آہل سے صرف اُسکی خوبصورتی کی وجہ سے محبت کرتی ہُوں۔"وہ اُسے افسوس سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں ایمان !! میرا ایسا مطلب نہیں تھا۔میں بس یہ جاننے میں تجسّس رکھتی ہوں کہ ایمان زاویار نے اس شخص میں کیا اچھائی دیکھی ؟"

"آہل عبّاسی نے لاسٹ ائیر لاء کی ڈگری مکمل کی ہے۔لیکِن اسنے آج تک وکالت میں قدم نہیں رکھا ۔جانتی ہو کیوں ؟"

شمائم نے نا میں گردن ہلائی۔ایمان نے گہری سانس لیکر بات جاری کی۔

"کیونکہ عدالت انصاف اُسے دیتی ہے جسکا وکیل ذہانت اور سمجھداری سے مقابل کے ہر ثبوت کو غلط ثابت کردے۔اور ذہین اور سمجھدار وکیل وہیں لوگ افورڈ کرتے ہیں جنکے پاس دولت ہوتی ہے۔لیکن غریب اتنے پیسے کہاں سے لائے ؟ یہ عدالتیں غریب کو کبھی انصاف نہیں دلاتی شمائم۔"

شمائم اُسے دیکھتی رہی جو بہت ہی افسوس سے ساری بات بتا رہی تھی۔

"ایک سال پہلے آہل کے ساتھ ایک ایسا ہی حادثہ ہوا تھا جسکے بعد وہ اُن غریبوں اور لاچار لوگوں کو انصاف دلانے کی جدوجہد میں لگا ہوا ہے۔"

بات مکمل کر کے وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

" میں نہانے جارہی ہوں، پھر ناشتا کرنے چلتے ہیں۔"

کرسی جگہ پر رکھ کر وہ واشروم کی طرف بڑھی۔شمائم نے ہاں میں گردن ہلائی۔

وہ کافی دیر سے نہا کر تیار ہو چکی تھی اور ایمان کے واپس آنے کا انتظار کررہی تھی۔ایمان اور شمائم ہاسٹل میں روم میٹ تھے۔انکا میڈیکل کالج میں یہ آخری سال تھا۔یہ اسلام آباد کا مہنگا ترین کالج تھا ۔یہاں سب کچھ ضرورت کے مطابق موجود تھا۔خوبصورت طرز کے بڑے کمرے،صاف ستھرے باتھرُومز، اچّھے کھانے کا انتظام۔اور سب سے بڑھ کر پڑھائی ،سب کچھ بہترین تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ نہا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور جلدی جلدی مشین لگا کر بال سکھانے لگی۔اسنے بلیک جینز پر ایش گرین رنگ کی گول طرز کی گھٹنوں تک آتی فراک پہن رکھی تھی۔جسکی آستین لمبی اور کراس ڈیزائن میں بنی ہوئی تھی۔

"تُم نے اب تک آہل سے اپنی محبت کا اظہار کیوں نہیں کیا ؟"شمائم نے پھر سے بات وہیں سے شروع کی جہاں تقریباً ختم ہوئی تھی۔

وہ بالوں کو ایک طرف کیے مشین سے سکھا رہی تھی۔سوال سن کر بھی حرکت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔۔ایمان میں عادت تھی کہ وہ کسی خدشے کو محسوس کرلیتی تو اُسکے لیے تیاری شروع کردیتی تھی، ایمان جانتی تھی شمائم یہ سوال اُس سے کبھی نہ کبھی ضرور پوچھیں گی۔لیکِن اتنے جلدی پوچھ لینگی اندازہ نہیں تھا۔

"مجھے لگتا ہے لڑکیاں محبت کا اظہار کرتی ہوئی اچّھی نہیں لگتی۔"بالوں کے سوکھ چکنے کے بعد اسنے فرنچ چوٹی ڈالنا شروع کی۔

"تمہیں دکھ نہیں ہوتا ؟ صرف تُم ہی اُسسّے محبت کرتی ہو وہ نہیں۔۔"ایک اور دل کو چبھنے والا سوال۔

"جب تک وہ مجھے نظر آتا رہے گا۔مجھے اُسسّے محبت برقرار رہیگی۔لیکِن شاید جس دن وہ نظر آنا بند ہوجائے میں اُسے بھول جاؤگی۔"وہ اب بھی چوٹی مکمل کررہی تھی۔

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہوتا لڑکی !!"

"ناممکن بھی نہیں ہوتا ہونگا نا۔کیونکہ میں جانتی ہو آہل مجھ سے محبت کا اظہار کبھی نہیں کریگا۔اور نہ میں کرونگی۔"

"فرض کرو اُسے تمسے محبت ہوگئی۔تب کیا کرونگی ؟"شمائم نے ایک اور سوال کا تیر اُسکے دل میں مارا۔

"میں نے ایسی کوئی اُمید اُسؔے اب تک کی نہیں ہے۔اسلئے اس سوال کا جواب بھی نہیں جانتی۔" اب کی بار وہ تھوڑا دھیرے سے بولی۔اور شمائم خاموش ہوگئی۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

"ضرور شہریار ہونگا۔جلدی کرو لڑکی۔ورنہ کھانا ختم ہوجائیں گا۔میری بھوک اب بے قابو ہورہی ہے۔"

شمائم نے سلیپرز تک پہن لیے تھے۔جب وہ نہانے گئی تھی۔اور ایمان اب پرفیومز خود پر چھڑک رہی تھی۔

تُم دروازہ تو کھولو میں سلیپرز پہن لو ذرا۔وہ شوریک کی طرف بڑھی اور شمائم دروازے کی طرف۔

دستک اب بھی ہو رہی تھی۔

"کھول رہی ہوں بھئی!!دروازہ توڑو نگے کیا ؟"

" آج تُم لوگوں کی بھوک ہڑتال ہے کیا ؟"

وہ چھوٹتے ہی بولا۔وہ شمائم سے تھوڑا دراز قد تھا،گوری رنگت اور پر کشش نقوش کے چہرے والا (بیرڈ سے پاک چہرہ)۔بھورے بکھرے سے بال ، اسنے کالے رنگ کی شرٹ پر بلیو جینز کی پینٹ اور بلیک موٹے سے اسنیکرز پہن رکھے تھے۔آستین کہنیوں تک فولڈ تھی۔

"کیوں کرینگے ہم بھوک ہڑتال۔ہاں ؟ مفت میں تھوڑی دے رہے ہے یہ لوگ۔جو انکا بھلا کرینگے۔" ایمان سلیپرز پہنتے ہوئے اُن تک بولتی ہوئی آئی۔اُسکی اُداسی غائب ہوچکی تھی۔

"نہیں نہیں کوئی بھلا نہیں کرنا ہے۔اور کوئی بھلا کریگا بھی تو کوئی بھلا انسان کریگا۔تُم کنجوس مکھی چوس کیا ہی بھلا کرونگی انکا۔" شہریار مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے بولا۔

"کنجوس کسے کہا تم نے ؟ اپنے آپ کو دیکھا ہے یہ شرٹ بھی بلیک اس لیے پہنی ہے کہ جلدی دھونی نا پڑ جائے۔"

"ماشاء اللہ سے میں بڑا ہی تمیزدار بچہ ہوں میں ایسی حرکتیں نہیں کرتا۔لیکِن تُم شاید ایسا ہی کرتی ہو اسلئے کہہ رہی ہو۔توبہ توبہ کتنی گندی لڑکی ہو تُم ایمان۔"

"چپ کرو فضول ترین انسان۔"وہ اُسے مزید تپا گیا۔

شہریار اور ایمان دروازے میں ہی لڑنے لگے تھے۔شمائم اُن دونوں کے درمیان سے گزر کر باہر نکل آئی اور غصّے سے بولی۔

"تُم دونوں ایک دوسرے کے بال پکڑ کر کیوں نہیں لڑ لیتے۔"

"آئیڈیا برا نہیں ہے ویسے۔" شہریار مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہٹو میرے راستے سے۔افریقن بکرے۔ہونہہ۔" وہ پیچھے ہوا ایمان نے جلدی جلدی دروازہ لاک کیا ۔

"چلو شمائم۔"وہ دونوں چلنے لگی وہ بھی پیچھے آیا۔

"اچّھے خاصے ہینڈسم بندے کو افریقن بکرے میں ملا دیا۔ہنہ ! تُم دونوں کو نا میری قدر نہیں ہے۔ ورنہ لڑکیاں دل و جان سے فدا ہے مجھ پر۔"

"اندھی ہونگی ساری اللہ رحم کرے بکریوں پر۔سوری۔بیچاریوں پر۔" شمائم بولی۔

"تُم دونوں نا بس جلتی ہو مجھ سے۔"

وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔یونیورسیٹی سچ مچ اُسکی دیوانی تھی۔وہ کمال کا لڑکا تھا۔ہر وقت ہنستا مسکراتا رہتا ۔ہر کسی کو ستاتا۔اور اس سب کے باوجود بھی اچھّے مارکس حاصل کرتا۔مطلب محنتی بھی تھا۔یہاں تک کہ پروفیسرز بھی اُسکے دیوانے تھے۔جونیئر کے اکثر لیکچرز ایمرجنسی میں کبھی کبھی وہ ہی لیتا تھا۔

وہ تینوں میس ہال میں پہنچ کر ناشتا کررہے تھے۔

"جلدی کرو یار کلاس شروع ہونے والی ہے۔ایسے کھاؤنگی تو موٹی کیسے ہو پاؤں‌گی دونوں۔"شہریار صرف جوس پیکر اٹھ گیا تھا۔آج آملیٹ بنا تھا جو اُسے کھایا نہیں جاتا تھا۔اس لیے وہ اُن دونوں کے انتظار میں اُنکے سر پر ہی سوار تھا۔

"موٹا ہونا کسے ہے افریقن بکرے ؟آج کل موٹاپا ایک بیماری سے کم نہیں۔"

ایمان ناشتا ختم کر کے اب جوس پیتے ہوئے بولی۔شمائم بھی تقریباً ختم کر چکی تھی۔

"مجھے تو کبھی کبھی تمہارا یہ اتنا کھا کر بھی ڈبلا رہنا بیماری لگتا ہے۔" وہ مسکراہٹ دبا کر ایک بار پھر اُسے تپا گیا۔

تُم چپ کرجاؤ ورنہ یہ خالی جوس کا گلاس سیدھا جا کے تمہارے سر پر لگنا ہے"ایمان اب خالی گلاس میز پر رکھ کر اٹھنے لگی۔

"اور میرا بھرا ہوا گلاس بھی۔"شمائم کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔

"نہیں تم نہیں پھینک سکتی ؟"وہ اطمینان سے بولا

"کیوں نہیں پھینک سکتی۔"

"کیوں کہ تمہیں بھر پائی کرنی پڑے گی اور تم ٹھہری صدا کی کنجوس انسان۔"

ایمان تپ کر رہ گئی۔

"اب تُم دونوں اٹھ جاؤں ورنہ میں یہ ساری پلیٹیں اور گلاس تُم دونوں کے اوپر پھوڑ دونگی وہ بھی بھرپائی کے ساتھ۔"

شائم پلیٹس ہاتھ میں لیے جما کروانے آگے بڑھ گئی۔وہ دونوں بھی ہنستے ہوئے پیچھے آئے۔

"ٹننننننن۔۔۔۔۔۔۔"

بیل بج چکی تھی اور کلاسز شروع ہونے والی تھی۔وہ تینوں جلدی جلدی لیب کوٹ لینے اپنے رومز کی طرف دوڑے۔

☆☆☆☆☆

وہ کافی دیر سے اُس پینٹنگ کے سامنے کھڑا اُسے غور سے دیکھتا رہا۔پھر ڈیلر کو بلانے کسی کو بھیجا۔

"میں اس پینٹنگ کو خریدنا چاہتا ہوں۔"اسنے ڈیلر سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

"سوری سر آپ کوئی اور پینٹنگ دیکھ لیجئے۔یہ بک چکی ہے۔" ڈیلر معذرت خواہ انداز میں بولا۔

"پر مجھے یہی پینٹنگ چاہئے، آپ چاہے تو میں جنہوں نے یہ پینٹنگ خریدی ہے،اُن سے زیادہ پیسے دینے کو تیار ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"سر وہ ہمارے خاص کسٹمرس میں سے ایک ہے۔وہ تھوڑی دیر میں آتے ہی ہونگے آپ اُن سے بات کرلیجئے ،اگر اُنہیں اعتراض نا ہوا تو آپ یہ خرید لیجئے گا۔"

"اوکے میں اُنکے آنے تک کا ویٹ کرلیتا ہوں۔"

"تب تک آپ دوسرے آرٹ ورکس کو انجوائے کریں۔"

"ہوں۔"

ڈیلر کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔اور وہ آرٹ دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔

وہ ایک بہت بڑی آرٹ گیلری تھی ،مختلف پینٹنگز، مجسمے، اور آرٹ کے دیگر اہم ورکس سے بھری۔ وہاں طرح طرح کے لوگ آرٹ کا لطف لے رہے تھے۔کچھ لوگ خرید رہے تھے تو کچھ لوگ یکے بعد دیگرے آرٹس کو دیکھ کر اس پر غور و فکر کررہے تھے۔

اُن دونوں نے پینٹنگ ایریا کی طرف قدم بڑھائے۔

" وہ چلتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی۔جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چل رہا تھا۔ہاتھ میں موجود ڈیجیٹل واچ بھی نظر پڑتی تھی۔وہ صبح کے ہی حلیے میں فریش لگ رہا تھا۔

"تُم نے قیمت کم کروائی یا نہیں اس پینٹنگ کی ؟"

"کوئی دسویں دفعہ پوچھ چکی ہو یہ سوال تُم سارے راستے سے۔کتنی مہاں کنجوس ہو تُم ایمان۔" وہ کہاں سیدھا جواب دینے والوں میں سے تھا۔

"تُم یہاں بھی شروع ہوگئے افریقن۔۔بکرے۔۔۔"وہ بھی ایمان تھی کیسے خاموشی سے سہہ لیتی۔ افریقن بکرے پر زور دیکر بولی۔

"چپ کرو کنجوس بی بی ،تمہاری نہیں ہے تو کیا ہوا تمہارے دوست کی کافی عزت ہے یہاں۔" وہ اُسے مزید تپا گیا۔

وہ جواباً اُسے غصّے سے گھورتی گئی۔

"اچھّا!!اب ایسے کھا جانے والی نظروں سے تو نہ دیکھو۔کرلی ہے بات مان گئے ہیں وہ تبھی تو لایا ہوں تمہیں۔"

"تھینک یو افری۔۔س سوری۔۔شیری۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

"ہونہہ۔کنجوس بیبی۔"

ایک ہفتہ پہلے اس آرٹ گیلری کی گرینڈ اوپنگ تھی۔جسمیں شہریار انوائٹڈ تھا،یہ آرٹ گیلری اُسکے والد کے دوست کے بیٹے نے شروع کی تھی۔اُسکے والد کسی کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔اور اُسے اِس گرینڈ اوپنگ میں جانے کی تاکید کر کے گئے تھے،چونکہ شہریار کو آرٹ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی اسلئے وہ ایمان کو ساتھ لے گیا تھا۔بوریت سے بچنے کے لیے ،شمائم سے بھی کہا تھا ساتھ آنے کے لیے لیکن اُسے بھی آرٹ میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اسلئے وہ نہیں آئی تھی۔ایمان کو ان چیزوں کا بچپن سے شوق تھا،وہ ہر اسکیل میں دلچسپی ظاہر کرتی تھی۔ایک ہفتہ پہلے جب وہ آئی تھی تب اُسے ایک پینٹنگ بے حد پسند آئی تھی اور آج وہ اس پینٹنگ کو خریدنے آئی تھی ڈیل تقریباً فون پر شہریار نے طے کر لی تھی۔

وہ پینٹنگ کے سیشن میں پہنچ چکے تھے۔اور شہریار ڈیلر کے پاس بات کرنے گیا تھا۔وہ اُسی پینٹنگ کو کھڑی دیکھتی رہی۔

اُس پینٹنگ میں بڑا سا صحرا بنا ہوا تھا،اور اس میں دو لاشوں کے ڈھانچے ایک دوسرے کے پاس سکون سے پڑے ہوئے تھے۔وہ اس پینٹنگ کی گہرائی میں کھوتی جارہی تھی کہ آواز پر چونکی۔

"ایمان۔۔"

"ہ۔۔ہا۔۔ہاں ! کیا ہوا ؟کیا کہا ڈیلر نے ؟"
وہ اُسکے چہرے پر مایوسی دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کوئی اور کسٹمر ہے جو یہ پینٹنگ خریدنا چاہتا ہے۔"وہ مایوسی سے بولا۔

"لیکِن ہم نے تو ڈیل فائنل کردی تھی نا۔"اُسے اب غصّہ آرہا تھا۔

"رنگ۔گلگ۔۔" یہ شہریار کے موبائل کی آواز تھی۔اسنے جیب سے فون نکال کر ایمان سے کہا۔

"ایمان میں بس دو منٹ میں آرہا ہوں۔" یہاں کافی شور تھا اسلیئے وہ موبائل کان سے لگا کر باہر کی طرف چلا گیا۔

"ریلیکس کریں پلیز ! جو اس پینٹنگ کو خریدنا چاہتے ہے، آپ اُن سے ایک دفعہ بات کرلیجئے میں نے اُنہیں بلا لیا ہے ، پھر آپ چاہے تو یہ پینٹنگ خرید سکتی ہے۔" ڈیلر اُنکے پاس آکر بولا۔

"اوکے !کہاں ہے آپکے کسٹمر ؟"
وہ اُسکی بات سے سحمت ہوچکی تھی۔

"وہ سامنے جو اسی طرف آرہے ہے۔" ڈیلر یہ کہہ کر چلا گیا۔

اب وہ سامنے سے آتے شخص کو دیکھ رہی تھی۔وہ آہل عبّاسی تھا۔راؤنڈ نیک کی سفید ٹی شرٹ پر کالے کوٹ پینٹ میں ملبوث اور پیروں میں وائٹ اسنیکرز پہنے وہ اسی طرف آرہا تھا۔اسنے اپنے ہاتھ سے بالوں کو پیچھے کی طرف کیا۔

وہ جیسے جیسے قریب آیا، ایمان کی دھڑکن تیز ہوتی گئ۔پھر اسنے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا ۔اور اپنے حلیے کو دیکھنے لگی۔وہ بھی صبح کے ہی حلیے میں تھی البتہ گہرے براؤن اور ہلکے گھنگریالے بال پیچھے کھلے چھوڑ رکھے تھے ،اور کالے رنگ کا چھوٹا سا سائڈ بیگ کندھے پر لٹکا یا ہوا تھا۔

وہ اب اُسکے سامنے کھڑا تھا۔

"ہیلو! آئی ایم آہل عبّاسی۔" اسنے ایک نظر اُسے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اپنا تعارف کروایا۔

"اینڈ آئی ایم ایمان زاویار۔" وہ اُسّے ہاتھ ملاکر بولی۔اُسکے ہاتھوں کی تپش گرم تھی۔اور ایمان کے ہاتھ ٹھنڈے ماند پڑ رہے تھے۔

ہاتھ چھوڑ کر وہ پینٹنگ کی طرف اشارہ کرکے بولا۔

"تو آپ یہ پینٹنگ خرید چکی ہے ؟ " اُسکی آواز تھوڑی بھاری تھی۔

" جی تقریباً۔بس ابھی لینے ہی آئی تھی۔" وہ اطمینان سے بولی۔

"مجھے یہ پینٹنگ بے حد پسند آئی ہے۔اگر آپکو اعتراض نہ ہو تو میں اسے خریدنا چاہتا ہو۔"وہ بنا جھجکے اپنی بات کہہ گیا۔

ایمان اُسکی بات سن کر اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے کچھ سوچ میں پڑ گئی۔اور پینٹنگ کو دیکھنے لگی ۔وہ پینٹنگ میں دو لاشیں نجات پا کر پرسکون پڑی ہوئی تھی۔دنیا سے بے نیاز ،بے خبر۔

"آپ یہ خرید سکتے ہے۔"
وہ اُسکی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولی۔اُسکے چہرے پر اُداسی سے بھرا اطمینان تھا۔یہ محبت ہم سے محبوب شے کی قربانی بھی مانگے تو دل کہتا ہے کر دو۔محبت بےبس کر دیتی ہے۔

"بہت شکریہ آپکا !!" اسنے مسکرا کر کہا۔ایمان جواباً مسکرادی۔

"ویسے ایک بات پوچھوں آپ سے۔"وہ اُسکے چہرے کو دیکھ کر بولا جس پر اطمینان سا تھا۔

"جی۔" وہ اُسے دیکھنے لگی۔

"آپ ہر روز صبح ہارس رائیڈنگ باؤنڈری پر کیا کرنے آتی ہے۔؟"وہ اُسکے گلابی پڑتے چہرے کو دیکھ کر بولا۔

"آپ وہاں ہوتے ہے ؟"اسنے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کیا۔جیسے اُس سے انجان بننا چاہ رہی ہو۔

"ہاں۔ہارس رائڈنگ میرا شوق ہے۔لیکن آپنے بتایا نہیں آپ کیا کرتی ہے وہاں۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اب اُسّے سوال کررہا تھا۔

"ہارس رائڈنگ دیکھتی ہوں۔" وہ اور کیا کہتی ایسے کہہ دیتی کہ وہ اُسے ہی دیکھنے آتی ہے۔اسے صرف یہی ایک جواب سوجھا۔

"اوہ، انٹریسٹنگ !! آپ ہارس رائڈنگ کرنا جانتی ہے۔" اُس نے دایاں ہاتھ نکل کر اپنے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں !میں ہارس رائڈنگ نہیں جانتی ،لیکِن سیکھنے میں دلچسپی رکھتی ہوں۔" اُس نے بات سنبھالی۔

"تو اب تک آپنے سیکھی کیوں نہیں ؟"ایک اور مشکل سوال۔۔

"کبھی وقت ہی نہیں ملا۔"اُسے اب کوئی خاص جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔۔

"اچھّا لیکِن کیوں؟ ویسے آپ کرتی کیا ہے ؟"اسنے ایک ساتھ دو سوال اُسکے چہرے پر پریشانی دیکھ کر پوچھے۔

"میں پاس کے میڈیکل کالج میں پڑھتی ہوں۔اٹس مائی لاسٹ ییئر ان کالج۔اور پڑھائی کے درمیان شوق پورا کرنے کا وقت ہی نہیں مل پایا ." اُس نے اب کی بار اطمینان سے جواب دیا۔

شہریار آتے ہی چونک کر آہل کی طرف بڑھا۔

"اوہ آہل ! " وہ بے حد خوشی سے اُسّے گلے لگا۔آہل بھی خوشی سے اُسّے ملا۔

"تُم وکیل کیا بنے دوستوں کو بھول ہی گئے۔" اب وہ الگ ہوتے ہوئے شکایتی لہجے میں بولا۔

وہ جواباً مسکرایا۔
پھر ایمان کی طرف پلٹ کر بولا۔جو یہ منظر دیکھ کر تھوڑی سے حیران ہوئی تھی۔

"اوہ سوری۔ایمان۔۔اس سے ملو۔میرا کالج فرینڈ آہل عبّاسی لاسٹ ایئر ہی لوئر بنا ہے۔اینڈ آہل شی از۔۔"

" ڈاکٹر ایمان زاویار۔" اُسکی بات مکمل ہونے سے پہلے آہل بولا۔وہ پھر سے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے کھڑا تھا۔

"تُم دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہو کیا ؟" شہریار بات سمجھنے سے قاصر تھا۔

آہل ہلکا سا مسکرایا۔

"نہیں ! ہم ابھی پانچ منٹ پہلے ہی ایک دوسرے سے متعارف ہوئے ہیں۔یہ پینٹنگ اب ڈاکٹر ایمان نہیں میں خرید رہا ہوں۔" آہل نے ساری بات اُسے سمجھائی۔

اسنے "اوہ" میں اپنے لب گول کیے۔

"ویسے آہل اس نے اتنی آسانی سے تمہیں یہ پینٹنگ کیسے دے دی۔" شہریار اب آہل سے مخاطب ہوا۔

"مطلب۔"آہل نے ایمان کی طرف نظر اٹھائی جو حیرانی سے شہریار کو دیکھ رہی تھی۔ہلکی سبز آنکھوں میں غصّہ لیے۔

"مطلب یہ مفت میں اپنی کوئی چیز کسی کو نہیں دیتی ، اور یہ پینٹنگ تو اسے بے حد عزیز تھی۔تمہیں اتنی آسانی سے کیسے دے دی اس نے۔"

شہریار معصومیت سے آہل سے کہہ رہا تھا اور ایمان کا دل چاہا کہ یہ زمین پھٹے اور وہ اسی میں دھنس جائے لیکن اس سے پہلے شہریار کا سر پھوڑ دے۔

آہل نے مسکراہٹ دبائی۔وہ ایمان کو ہی دیکھ رہا تھا جسکی ہلکی سبز آنکھوں میں سے غصّہ غائب ہوکر شرمندگی چھاگئی تھی۔اور اُسکا چہرہ بھی سرخ ہونے لگا تھا۔

"نہیں مفت میں نہیں دی ہے۔انہیں ہارس رائڈنگ سیکھنے کا شوق ہے۔میں انہیں اس پینٹنگ کے بدلے میں کل سے سکھانا شروع کرونگا۔"

آہل نے اطمینان سے یہ بات کہی تھی جیسپر ایمان نے چونک کر اُسکی طرف دیکھا۔وہ مسکرا دیا۔

"اوہ تو یہ ڈیمانڈ کی ہے مادام نے وہیں تو میں سوچوں اتنی آسانی سے کیسے مان گئی یہ۔"

شہریار نے ایک اور بار اُسے غصّہ دلایا۔آہل اُسکا چہرہ دیکھتا رہا جیسپر بہت سے رنگ آتے جاتے رہے تھے۔

کچھ دیر وہ تینوں باتیں کرتے رہے۔پھر ڈیلر سے پینٹنگ حاصل کر آہل جانے کے لئے تیار ہوا۔

"میں چلتا ہو آہل فرصت سے کسی دن گھر آؤ۔۔۔۔۔۔اور آپ کل ضرور آئے ڈاکٹر ایمان زاویار ،میں آپکا انتظار کرونگا۔"

آہل پہلے شہریار سے مخاطب ہوا پھر ایمان سے۔وہ بس مسکرا ہی سکی تھی۔الوداعی کلمات کہہ کر وہ چلا گیا۔وہ اور شہریار بھی اب ہاسٹل جانے لگے۔راستے میں ایمان نے شہریار کی خوب اچھی طرح کلاس لی۔

☆☆☆☆☆

اگلی صبح بھی وہ اور شمائم والک پر نکلے تھے ، وہ سارے راستے اُسے کل ہونے والی آہل سے ملاقات کے بارے میں بتاتی رہی۔

"تو پھر تُم جارہی ہو ؟" شمائم نے سوال کیا۔

"مجھے کہاں جانا ہے ؟"ایمان نا سمجھی سے بولی۔

"ہارس رائڈنگ سیکھنے۔"شمائم بولی۔

اب وہ دونوں ہارس رائڈنگ کی باونڈری کے پاس سے گزرنے والی تھی۔

"نہیں شمائم ! اسنے ایسے ہی شہریار کے سامنے کہہ دیا تھا۔وہ کیوں مجھے اپنا اتنا کام چھوڑ کر ہارس رائڈنگ سکھائینگا ؟" وہ اُسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"مجھے تو نہیں لگتا۔" شمائم سامنے دیکھ کر بولی۔

"کیوں نہیں لگتا ؟"

اسنے شمائم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سامنے دیکھو لڑکی۔" شمائم نے اُسے تاکید کی۔

سامنے آہل عبّاسی باؤنڈری کے اُس پار بھورے جوگرز پر جینز کی پینٹ اور اسپر گردن تک آتی بھوری ٹیشرٹ پر کالے رنگ کی بنا آستین کی جیبوں والی جیکٹ پہنے
پیر باؤنڈری پر رکھے، اُن پر ہاتھ ٹکائے، کسی کا انتظار کررہا تھا۔خوبصورت چیسٹ نیٹ رنگ کا خوبصورت گھوڑا پیچھے کھڑا تھا۔سامنے سے اُن دونوں کو آتا دیکھ وہ سیدھا ہوا۔

"ہیں ے ے ! ڈاکٹر ایمان زاویار۔" اسنے آواز لگائی۔

وہ دونوں قریب ہی تھے۔ایمان نے پہلے حیرت سے شمائم کو دیکھا ،اور قدم قدم چلتی باؤنڈری کے اس پار اُسکے سامنے جا پہنچی۔

"آپ یہاں کسکا انتظار کررہے ہے؟" ایکبر حد احمقانہ سوال اسنے آہل سے کیا۔

"ظاہر ہے آپکا۔آپکو ہارس رائڈنگ نہی ں سکھانے کیا میں نے ؟ ورنہ اگر آپنے پینٹنگ واپس مانگ لی تب میں کیا کرونگا ؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔اور پھر مسکرا دیا۔

وہ پہلے شرمندہ ہوئی پھر بولی۔۔

"نہیں میں نہیں لونگی آپسے پینٹنگ واپس۔میں ہارس رائڈنگ نہیں کر سکتی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی ۔شمائم بھی اُسکے پاس ہی کھڑی تھی۔

وہ جواباً ہنس دیا۔

"ویسے آپنے ان سے تعارف نہیں کروایا۔" وہ شمائم کی طرف اشارہ کرکے اُسّے بولا۔

"جی!! یہ میری روم میٹ اور میری سب سے اچّھی دوست شمائم واجد ہے۔" ایمان نے بڑی گرمجوشی سے شمائم کو متعارف کروایا۔

"اوہ !اچھّا۔نائس ٹو میٹ یو ڈاکٹر شائم۔مجھے تو آپ جانتی ہی ہونگی۔" اسنے باونڈری کے نیچے سے ہاتھ بڑھایا۔

"جی ! تھینک یو۔"
شائم نے ہاتھ ملا کر چھوڑ دیا پھر آہل نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

"ڈاکٹر ایمان ! آپ اس پار آرہی ہے یا نہیں ؟"
وہ ایک دم سے بولا۔

"میں نے کہا نا میں ہارس رائڈنگ نہیں جانتی ، کبھی کی بھی نہیں ہے۔" اسنے جواباً کہا۔

"کوئی بھی چیز سیکھنے سے پہلے نہیں آتی۔" اسنے اُسے لاجواب کیا۔

"کیا سوچ رہی ہو ایمان۔کچھ نہیں ہوتا ، تمہیں سیکھنی چاہیے جب شوق رکھتی ہو تو۔" شائم نے اُسکی ہمت باندھی۔

"لیکِن وقت ہوگیا تو پروفیسر مجھے بہت ڈانٹینگے۔" وہ تقریباً راضی ہوگئی تھی۔لیکِن پھر معصومیت سے بولی۔

"آپ کو میں ڈراپ کردونگا۔"آہل نے کہا۔

"لیکِن۔۔" ایمان کو عجیب لگ رہا تھا۔

"لیکِن وکن کچھ نہیں۔آپ فضول کی بحث میں وقت ضائع کررہی ہے۔"آہل سے اس بار خفگی ظاہر کی۔

"اوہو لڑکی !! آج فرائیڈے ہے۔لیکچرز شروع ہونے میں کافی دیر ہے۔تُم آرام سے آؤ میں جارہی ہوں۔"

" اللہ حافظ مسٹر آہل۔خیال رکھنا ایمان۔" وہ کہتی ہوئی چلی گئی۔

"اللہ حافظ "آہل نے کہا اور باؤنڈری پر ہاتھ ٹکا کر اُسے مخاطب کیا جو پریشانی سے شمائم کو جاتا دیکھ رہی تھی۔

"اب آپ اس طرف آئینگی ڈاکٹر صاحبہ ؟" وہ چونک کر اُسکی طرف مڑی وہ اُسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔اُسکی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

" انٹری گیٹ کس طرف ہے ؟" اسنے الٹا سوال کیا۔

"جب آسان راستے موجود ہو تو مشکل راستوں پر نہیں جاتے ڈاکٹر صاحبہ۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"مطلب۔" وہ نا سمجھی سے اُسے دیکھنے لگی۔

"مطلب آپکو یہی سے اس طرف آنا ہونگا۔" وہ اُسی کے انداز میں بولا۔

"یہاں سے۔۔۔ہرگز نہیں !" وہ حیرت سے بولی۔

"گیٹ تک پہنچنے میں آپکو آدھا گھنٹہ لگینگا پھر مجھ تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ۔اور ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔چلیں شاباش ! "

وہ کچھ نہیں کہہ سکی۔اور باؤنڈری پر ڈرتے ڈرتے چڑھنے لگی۔آہل تھوڑا پیچھے ہوا وہ باونڈری زیادہ اونچی نہیں تھی۔پھر بھی اُسے ڈر لگ رہا تھا۔وہ اب آنکھیں بند کر کے اُس پار کود گئی۔آہل نے اُسے ہاتھ کی مدد سے سہارا دیا تھا۔اسنے دھیرے سے آنکھ کھولی۔وہ اس پار کھڑی تھی۔۔

"ووہووو۔۔" وہ خوشی سے اچھلی آہل مسکرا کر اُسکی معصوم سی حرکت دیکھ رہا تھا۔

ایمان کو آہل کی موجودگی کا خیال آیا تو وہ شرمندہ سے ہو کر پلٹی۔چہرہ سرخ ٹماٹر ہوا۔

"شروع کرے۔" آہل نے گھوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"شیور۔" وہ آگے بڑھی اور گھوڑے کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"نام کیا ہے اسکا۔" وہ اسپر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"رستم۔" وہ اُسکی رسّی ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔

"رستم۔مجھے گرا تو نہیں دونگے نا۔" وہ معصومیت سے بولی۔

آہل ہلکا سا ہنس دیا پھر بولا۔

"بیفکر رہے یہ میرے عزیزوں کو کچھ نہیں کرتا۔" وہ اطمینان سے بولکر اُسکی سیٹ صحیح کرنے لگا۔

اور ایمان اُسکے ایک لفظ 'عزیزوں' پر اٹک کر رہ گئی ایک دفعہ پھر اُسکی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

"اب آپ بیٹھیے۔" اسنے گھوڑے کی پشت کی طرف اشارہ کیا۔

ایمان ڈرتے ہوئے اسپر چڑھنے لگی۔پھر
واپس اتر گئی۔

"نہیں مجھ سے نہیں ہو پائینگا۔" وہ سہم گئی تھی۔

"آپ کر سکتی ہے۔بھروسہ رکھے ایمان۔" اسنے اُسکی ہمت بڑھائی۔

ایمان نے گہری سانس لی۔اور پھر رستم پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔وہ اب بھی قدرے گھبرائی ہوئی تھی۔

"دیکھا کتنا آسان تھا۔"اسنے اُسکی گھبراہٹ کم کرنے کی کوشش کی۔اور رستم کی رسّی پکڑ کر دھیرے دھیرے آگے چلنے لگا۔کچھ دیر بعد ایمان قدرے بہتر ہو چکی تھی ،اُسکا ڈر اور گھبراہٹ کہیں غائب ہو گیا تھا۔

آہل نے چلتے ہوئے اُسے ہارس رائڈنگ کرنے کے طریقے سے متعارف کروایا۔پھر اسنے کوشش بھی کی۔وہ تھوڑا بہت سیکھ چکی تھی۔
رستم کو رکا کر وہ آہل سے مخاطب ہوئی۔

"کافی دیر ہوچکی ہے ،مجھے اب جانا چاہیے۔" وہ کلائی میں موجود واچ میں دیکھ کر فکرمندی سے بولی۔

"آپ اتر جایئے،میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ اُسکی طرف گردن اٹھا کر نرمی سے بولا۔

"نہیں میں خود چلی جاؤنگی۔" وہ فوراً بولی۔

"پہلے آپ رستم سے اتریے۔اُسکے بعد اس بات پر بحث کرتے ہیں دیکھنا میں ہی جیتونگا۔" وہ اعتماد سے بولا پھر ہنس دیا۔

وہ بھی ہنس رہی تھی۔پھر گہری سانس لے کر دھیرے سے اترنے لگی تو اُسکا پیر اسٹیرپ (گھوڑے پر چڑھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔)پر سے پھسل گیا۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی آہل نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔

"سنبھال کے۔" وہ فکرمندی سے بولا۔

ایمان کی دھڑکن تیز ہُوئی۔آہل نے اُسکے ہاتھ چھوڑے،گہری سانس لیکر اسنے خود کو بحال کیا۔

"آپ ٹھیک ہے ؟" وہ فکرمند ہورہاہے تھا۔

"یس،آئی ایم آل رائٹ۔" اسنے مسکراکر کہا۔

"تُو اب بتایئے۔میرے ساتھ جانے میں مسئلہ کیا ہے ؟" آہل نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"پینٹنگ کے بدلے صرف ہارس رائڈنگ ،اور کوئی فیور میں آپسے نہیں لینا چاہتی۔" اسنے اطمینان سے اُسکی طرف دیکھ کر کہا۔

"لیکِن کیوں؟ کیا ہم اب تک دوست نہیں بنے۔"وہ حیران سا ہوا تھا۔

" تقریباً !لیکِن میری والک نہیں ہو پائی تھی اور یہ ظلم میں خود کے ساتھ نہیں کر سکتی مجھے پیدل جانا ہے۔"
وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہونہہ ،آپ ڈاکٹرز بھی ناں!!" پہلے وہ نا سمجھی سے اُسے دیکھتا رہا پھر سمجھ آنے پر ہنستے ہوئے بولا۔

"ابھی بھی باؤنڈری پھلانگ کر اُس پار جانا ہو گا؟" پریشانی سے بولی۔

"نہیں اس طرف گیٹ ہے جو آپ ہی کے راستے نکلتا ہے۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"ہاں ں ں! مطلب آپنے جھوٹ کہا تھا۔"وہ حیران ہوئی تھی۔

وہ جواباً ہنس دیا۔

ایمان اب باؤنڈری کے دوسرے طرف کے راستے پر تھی وہ اب بھی اُس کے دوسری طرف کھڑا تھا۔

"آپ کل آئینگی ڈاکٹر ؟" اسنے ایمان کو مخاطب کیا۔

"کل تو مشکل ہوگا۔سنڈے کو آپ فری ہونگے ؟"ایمان سوچ کر بولی۔

"ہاں۔۔۔پھر سنڈے کو ملتے ہے۔" وہ فوراً بولا۔

"ہوں۔۔ویسے آپ نہیں جیت پائے مسٹر آہل۔اللہ حافظ۔"کہہ کر وہ جانے کے لیے قدم بڑھانے لگی۔

"خدا حافظ ."وہ اب ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا اور ہنس کر اُسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔پھر مڑ کر بھاگتے ہوئے اونچا سا اچھلا۔اور دونوں پیروں سے ہوا میں تالی بجائی۔وہ آج بے حد خوش تھا۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن یہ دوپہر کے وقت کی بات تھی۔

ہسپتال میں ڈاکٹرز اپنی اپنی پوزیشن پر کام میں مصروف تھے،ریسیپشنسٹ کارنر کے پاس Icu روم بنا تھا،اور سامنے راہداری چھوڑ کر دیوار سے بہت سی کرسیاں بچھی تھی،تھوڑا آگے بڑھو تو بہت سے رومز وغیرہ تھے۔دائیں طرف سے انٹری ڈور تھا۔

ایک بوڑھی عورت اور ایک پچیس سال کی لڑکی سٹریچر ٹرالی کو کھینچتے ہوئے اندر تک لائے تھی۔اسپر ایک پینتالیس سے پچاسی سالہ دُبلا پتلا آدمی بیہوش پڑا تھا۔سانولی رنگ پر بہت سی جھریاں تھی جنپر بہت سارے گہرے زخموں کے نشان تھے،کپڑے خستہ حال گندے اور پھٹے ہوئے تھے۔ہاتھوں پر بھی بہت سارے بڑے اور گہرے زخموں کے نشان تھے۔ساتھ میں دو پولیس بھی تھے۔عورت اور لڑکی روئے جارہی تھی،کچھ ڈاکٹرز سٹریچر ٹرالی کی طرف لپکے اور ایک روم میں لے گئے۔ہسپتال میں شور سا مچ گیا تھا۔پولیس روم کے باہر کھڑی تھی۔لڑکی اور بوڑھی عورت کو ڈاکٹر عفیفا اور ایمان نے وہاں لگی چیئرز پر لا بٹھایا،وہ مسلسل روئے جارہی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے انکے ساتھ انکی یہ حالت کیسے ہُوئی ؟"ایمان نے نرمی سے پوچھا۔

بوڑھی عورت نے کالے رنگ کا لمبا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا،ایک سرے سے آنسو پونچھ کر وہ ایمان کی طرف دیکھ کر بولنے لگی۔ایمان اُنکے بائیں طرف والی کرسی پر بیٹھی تھی۔

"میرا شوہر کل رات سے جیل میں تھا،مار مار کر اسکی یہ حالت کردی ہے۔جب وہ مار کھا کھا کر مرنے لگا تو اطلاع کر کے ہمیں بلا لیا گیا۔" وہ بتاتے بتاتے ایک بار پھر رونے لگی۔لڑکی بھی عورت کے کندھے پر سر رکھے رو رہی تھی۔

"لیکِن آپکے شوہر نے کیا جرم کیا تھا؟" ایمان نے جلدی سے ایک اور سوال کیا۔

"ایم ایل اے کے بیٹے کو مارا تھا۔"

"لیکِن کیوں؟"

"وہ ہماری بیٹی کے ساتھ بدتمیزی کررہا تھا۔لڑکی نے آکر گھر میں بتایا تو میرے شوہر اُسے مارنے جا پہنچا۔لڑکے کو اتنی چوٹ نہیں لگی۔لیکِن میرے شوہر کو ایم ایل اے کے بیٹے کو مارنے کے جرم میں

جیل میں ڈال دیا گیا۔اُس لڑکے کا جرم بتانے سے بھی اُسکا جرم چھپ گیا۔کیونکہ ہم غریب لوگ ہے بیٹی۔ہماری آواز دبا دی جاتی ہے۔امیروں کی دولت تلے ہم غریب روند دیے جاتے ہیں۔"

وہ ایک بار پھر رونے لگی۔

ایمان کی آنکھیں بھی نم ہوئی تھی۔وہ اس عورت کے ایک ایک لفظ کی حقیقت سے اتفاق رکھتی تھی ۔اُسے بہت دکھ ہوا تھا۔کئی دن اُسکا موڈ اس واقعے کے بعد خراب رہا۔وہ اگلے دن آہل کے پاس ہارس رائڈنگ کے لیے بھی نہیں گئی۔اور نا والک پر گئی۔وہ کسی کام میں دلچسپی نہیں لے رہی تھی ۔کھانا بھی کم کھاتی۔اسکی وجہ صرف اُس بوڑھی عورت کی باتیں نہیں تھی ، اُس رات ایمان کی اپنی ماں سے فون پر بات ہوئی تھی جسکے بعد سے وہ ڈسٹرب ہوگئی تھی۔وہ روم کی گیلری سے فون پ ر بات کرکے نکلی تو اسکے چہرے پر پریشانی نمایاں تھی۔

"کیا ہوا ایمان ؟ آنٹی نے کچھ کہا ہے ؟" شمائم نے اُسے اِس طرح دیکھ کر نرمی سے سوال کیا۔

ایمان آکر اپنے بیڈ پر لیٹ گئی۔اور چادر گلے تک اوڑھ لی۔

"نہیں ! انہوں نے کیا کہنا ہے ؟ میں اُس بوڑھی عورت کی باتوں سے ڈسٹرب ہوں۔" دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر شمائم سے بولی۔

"ہمارے معاشرے میں پیسوں کی اہمیت انسانوں کی جان سے زیادہ ہو چکی ہے۔" شمائم افسوس سے بولی۔

" صحیح کہا۔دولت مند شخص کے سب گناہ پیسوں کے نیچے چھپ جاتے ہیں۔اور غریب کی ایک چھوٹی سی غلطی بھی اسپر بھاری پڑ جاتی ہے۔کیونکہ وہ غریب ہے۔"ایمان نے بھی سر سے ہاتھ ہٹاکر قدرے افسوس سے کہا۔

"خیر تُم موڈ درست کرو ،اور سو جاؤ۔"
شمائم اب کی بار فکرمندی سے بولی۔

"ہاں۔" دونوں نے اپنے اپنے طرف کے لائٹس آف کیے۔اور سو گئے۔

اگلی صبح شمائم فجر کے لیے اٹھی تو دیکھا ایمان اب تک سوئی ہوئی تھی۔وہ اُسے جگانے لگی۔

"ایمان اٹھ جاؤ فجر کا وقت نکل جائیگا۔" پھر اُسے ہلانے لگی تو پتہ چلا اُسکا جسم بخار سے تپ رہا تھا۔

"ایمان کتنا تیز بخار ہو رہا ہے تمہیں۔"شمائم اُسکے پاس بیٹھ کر فکر مندی سی بولی۔

ایمان ہاتھوں کی مدد سے اٹھ کر پلنگ سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

"آہ میرا سر !!" ایمان کی آنکھوں میں نمی آئی۔اسنے دائیں ہاتھ سے جلدی پیشانی کو دبانے کی کوشش کی۔

"میں میڈیسن دیتی ہوں۔تُم سو جاؤ۔" شمائم فکر مندی سے کہتی اٹھی اور اپنے سائڈ ٹیبل کے دراز میں میڈیسن ڈھونڈنے لگی۔

"اب نیند نہیں آئے گی شمائم ،میں نماز پڑھ لیتی ہوں۔" وہ چادر خود پر سے ہٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی سلیپرز پہننے ہی لگی تھی کہ اندھیری سی آنکھوں کے سامنے آئی اور وہ واپس پلنگ پر بیٹھ گئی۔

"ایمان رکو لڑکی۔تیز بخار ہو رہا ہے تمہیں پہلے میڈیسن کھا لو۔" شمائم کہتی اُس تک آئی میڈیسن اُسکے ہاتھ میں دے کر سائڈ ٹیبل پر موجود پانی کا جھکا ہوا گلاس اُسے دینے لگی۔

☆☆☆☆☆

تین دن بعد اُسکی طبیعت قدرے بہتر تھی۔لیکِن وہ ہر کام سے بیزاری ظاہر کررہی تھی۔خاموش رہنے لگی تھی۔کھانا بھی کم کھا رہی تھی۔

"کنجوس بیبی اب کیا تم نے کھانے میں بھی کنجوسی شروع کردی ہے ؟"

شہریار ایمان کے تھوڑا سا کھا کر اٹھ کر جانے پر بولا۔

"میرا بس ہوگیا۔"مختصر سا کہتی وہ آگے چلی گئی۔

شمائم اور شہریار اُسے فکر مندی سے دیکھنے لگے۔

"اسے ہو کیا گیا ہے۔آج میرے کنجوس بیبی کہنے پر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔طبیعت تو پہلے سے کافی بہتر ہے اسکی۔" وہ شمائم سے کھانا کھاتے ہوئے فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔

"اس دن پولیس کے ساتھ جو پیشنٹ آئے تھے اُنکے ساتھ اُس مریض کی بیوی اور بیٹی بھی تھے ۔ایمان نے کچھ باتیں پوچھی تھی اس عورت سے۔اور اس عورت کا جواب سننے کے بعد سے ایمان اب تک ڈسٹرب ہے۔اگلے دن بخار بھی اُسے اُسے بات کی وجہ سے چڑھا تھا۔"شمائم نے صفائی بات اُسے بتائی۔

"اوہ اچھّا وہ مریض !! کافی کریٹیکل حالت تھی اُن کی۔میں نے اور ڈاکٹر آصف نے ہی ہینڈل کیا تھا ۔"شہریار جوس کا گھونٹ لیکر بولا۔

سامنے سے ایمان آتی ہوئی نظر آئی۔

☆☆☆☆☆

"ایمان ذرا ٹھہرو۔شائم تم جاؤ۔" شہریار نے رومز کے درمیان بنی راہداری میں اُسے روک لیا۔شائم ہاسپٹل کی طرف بڑھ گئی۔۔

"کیا ہوا شیری ؟" اسنے نرمی سے پوچھا۔

"یہ سوال میں تمسے کرنا چاہتا ہوں ایمان۔کہ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔" وہ فکرمندی سے کہہ کر دھیرے دھیرے اُسکے ساتھ چل رہا تھا۔

"مجھے کیا ہونا ہے شیری ؟ میں ٹھیک تو ہوں۔"ایمان نے دھیرے سے جواب دیا۔

"یار میں کئی دِنوں سے دیکھ رہا ہوں تُم مجھ سے اب کسی بات پر لڑتی نہیں ہو۔کھانا بہت کم کھانے لگی ہو۔اکثر گم صم سی رہنے لگی ہو۔کوئی مسئلہ ہو تو تُم شیئر کر سکتی ہوں۔ہم دوست ہیں۔"اُسکے لہجے میں اپنائیت اور فکرمندی دونوں جھلک رہی تھی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔بس تھوڑی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور کوئی وجہ نہیں۔" ایمان اپنی بات پر قائم رہی۔

"ٹھیک ہے۔تُم نہیں بتانا چاہتی مت بتاؤ۔لیکِن یاد رکھنا ایمان !!تمہاری زندگی کی پریشانیاں جو بھی ہو تمہیں اس طرح رویے میں تبدیلی نہیں لانی چاہیے۔تمہارا رویہ تمسے جڑے لوگوں کو پریشان کررہا ہے۔کیا تمہیں نظر نہیں آرہا۔شائم تمہاری وجہ سے پریشان ہے ،میں پریشان ہوں ،اور بھی بہت سے لوگ ہونگے ،کم از کم اُنکے لیے خود کو نارمل کرو ،زندگی میں مسلے مسائل آتے رہتے ہیں اُن سے لڑنا سیکھو۔"

وہ سنجیدگی اور خفگی سے اُسے سمجھا کر آگے نکل گیا۔شہریار علی خان نے اُسے ہر بار کی طرح چونکا دیا تھا،وہ ایسا ہی تو تھا ، کبھی ہمدرد اور کبھی ہنسا دینے والا ،اُسکا ہر انداز نرالا تھا۔
ایمان اُسکی باتوں پر غور کرنے لگی تھی۔پھر ہاسپٹل کی طرف بڑھی۔

☆☆☆☆☆

"تُم آج والک پر چل رہی ہو۔"شامٔ شوز پہنتے ہوئے اُسّے پوچھنے لگی جو تیار کھڑی نظر آ رہی تھی۔

"ہاں۔"ایمان مختصر جواب دے کر بالوں کی پونی کو کسنے لگی۔

اب وہ دونوں باؤنڈری والی گلی میں مڑے۔ایمان ڈھیلی ٹی شرٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر چل رہی تھی۔

" آہل پوچھ رہا تھا تمہارا۔"شامٔ نے لمبی خاموشی کے بعد بات کا آغاز کیا۔

"کیا پوچھ رہا تھا ؟اور تُم نے کیا کہا ؟"ایمان بیتابی سے بولی۔

" اسنے سنڈے کو بلایا تھا تمہیں ہارس رائڈنگ کے لیے تُم نہیں گئی۔اُسے لگا ہوگا تُم سیکھنا نہیں چاہتی۔پھر میں والک پر اکیلی دکھنے لگی تو وہ فکرمند ہورہاہے تھا پوچھنے لگا تُم کیوں نہیں آ رہی ؟"

"اچھّا۔" وہ اُداسی سے بولی۔

"ہاں۔میں نے کہہ دیا کہ تُم کسی وجہ سے ڈسٹرب ہو۔" شمائم نے کہا۔

"تھینک یو۔" وہ شمائم کو دیکھ کر اُداسی سے مسکرا کر بولی۔

"ویسے شیری بھی کافی پریشان ہے تمہارے رویے سے ، کہہ رہا تھا۔ایمان کے ایسے رویے سے مجھے بھی اب کسی سے مذاق کرنے کا دل نہیں چاہتا ،اور سچ مچ وہ اب خاموش ہو گیا ہے۔"وہ جتانے والے انداز میں بولی۔

"جانتی ہو۔آج میں اُس سے بات کروں گی۔" ایک بار پھر اُسے اُداسی نے آن گھیرا۔

باؤنڈری کے اُس پار سامنے سے آہل گھوڑے پر سوار ادھر ہی آ رہا تھا۔اُن تک پہنچ کر اسنے گھوڑے کو روکا اور کود کر گھوڑے پر سے اترا اور کپڑے جھٹکتے ہوئے بال دائیں ہاتھ سے پیچھے کر کے اُنکی طرف بڑھا۔

"السلام وعلیکم ڈاکٹرز۔" وہ باؤنڈری پر ہاتھ ٹکا کر بولا۔

"وعلیکم السلام " شمائم اور ایمان نے باری باری جواب دیا ایمان اُس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی اور نہ اُسکی طرف دیکھ رہی تھی وہ گردن جھکائے کھڑی تھی۔

آہل اپنی براؤن آنکھیں چھوٹی کرکے اُسکی طرف خاموشی سے کچھ دیر دیکھتا رہا۔

"آپکی دوست ناں وعدے نبھانا بلکل نہیں جانتی ڈاکٹر شمائم۔"وہ شمائم کو دیکھ کر بولا۔شمائم مسکرادی۔ایمان کو اپنا آپ مجرم لگا۔

"پر میں نے تو آپ سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔"وہ فوراً سے بولی۔

"سوری ایمان مجھے گھر کال کرنی ہے میں جاتی ہوں تُم پلیز آجانا۔اللہ حافظ مسٹر آہل۔"شمائم کہہ کر وہاں سے نکل گئی۔

"اللہ حافظ۔۔"اسنے شمائم کو دیکھ کر کہا۔

"وعدہ نہیں کیا تو کیا ہوا انسان کو اپنی زبان کا پکا ہونا چاہیے۔" وہ اُسے ویسے ہی دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ اگر مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہے تو وہ میں نہیں ہُوونگی۔میں اُس دِن بیمار تھی،آپ کو کیسے بتاتی ؟"

اسنے محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔

وہ اب گھوڑے کو وہاں باندھ کر باؤنڈری کو پھلانگ کر اس طرف آیا اور اُسکے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"اچھّا یہ بھی صیح ہے۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دھیرے سے بولا۔۔

ایمان جواباً مسکرائی۔

"آپ اس سنڈے فری ہے ؟"
آہل نے ایک اور سوال کیا۔

"ہاں۔" مختصر سا جواب تھا۔

"تو آپ اس چھوٹی سی پہاڑی پر صبح آئینگی ؟" اسنے ہاتھ بڑھا کر اشارے سے بتایا۔

"کیوں ؟"

"کپڑے سکھانے ہیں۔"وہ مزاحیہ بولا۔

ایمان مسکرا دی۔

"وہاں سے ہارس رائڈنگ میں بہت مزا آتا ہے اور منظر بھی خوبصورت ہوتا ہے۔" آہل اُسکی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں آؤنگی۔"
وہ بھی مسکرا کر بولی۔

"اس بار بات پر قائم رہنا ڈاکٹر صاحبہ۔"
آہل ایک بار پھر اُسے دیکھ کر بولا۔

"انشاءاللہ.."

وہ باتیں کرتے ہوئے چلتے گئے۔

☆☆☆☆☆

شہریار لاکر میں سے کسی کی فائل نکال کر پڑھ رہا تھا۔سفید فریم کا محمنسی چشمہ پہنے وہ کافی اسمارٹ لگ رہا تھا،بال بکھرے ہوئے تھے۔وائٹ شرٹ اور جینز کی پینٹ پر لیب کوٹ پہن رکھا تھا۔وہاں وہ اکیلا تھا۔

کسی کے جوتوں کی آواز کانوں میں پڑی۔اسنے مڑ کر دیکھا۔ایمان اُسکے پیچھے آ کھڑی تھی۔

"تُم یہاں کیا کرنے آئی ہو؟" اُسکے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی وہ فائل پڑھتے ہوئے بے نیازی سے اُسّے مخاطب ہوا۔

"مجھے تمسے بات کرنی ہے۔" ایمان نے اسکی طرف دیکھ کر کہا۔

"بولو۔میں سن رہا ہوں۔"انداز میں بے رخی تھی۔ایمان کے گلے میں آنسوؤں کا ریلا اٹکنے لگا کیونکہ شہریار نے پہلی دفعہ اُسّے ایسے بات کی تھی۔

"آئی ایم سوری شیری فار مائی بہویور۔" وہ شرمندہ سی اُسکی طرف دیکھ کر بولی لیکِن اسنے ایک بار بھی ایمان کی طرف نہیں دیکھا۔

"ہمم۔۔اور کچھ۔" وہ اب صفحات پلٹتے ہوئے ایمان سے بولا۔انداز میں وہیں بے رخی تھی۔

ایمان کی آنکھیں نم ہونے لگی۔شہریار نے کبھی اُس سے اتنی بے رخی سے بات نہیں کی تھی۔اُسے اپنا آپ ہوا ہوتا ہوا لگ رہا تھا،غائب ،بے وجود۔اسنے بنا کچھ کہے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"ٹھہرو۔" شہریار نے آواز دی۔وہ ٹھہر گئی۔

"اب کیا تُم رونے میں بھی کنجوسی کرنے لگی ہو کنجوس بیبی ؟" وہ اب فائل نیچے رکھ چکا تھا۔

ایمان اُسکی طرف پلٹی اور بہت سے آنسو اُسکی آنکھوں سے گرتے چلے گئے۔کبھی کبھی اپنوں کی بے رخی انسان کو تڑپا اور رُلا دیتی ہے۔

"تُم افریقن بکرے کبھی بعض نہیں آونگے۔" ایمان آنسو پونچھتے ہوئے اُسے چلا کر بولی۔شہریار اُسکے قریب آیا۔

"افریقن بکرے نے پورے ہفتے اس والی ایمان کو بہت مس کیا۔"وہ اُسکی سبز آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ایمان بھی مسکرانے لگی۔

اب وہ دونوں بحث کرتے ہوئے وہاں سے نکلنے لگے۔

☆☆☆☆☆

آہل بڑے سے پتھر پر لیٹا ہوا تھا۔ساتھ اُسکی بلی اور گھوڑا بھی تھا۔

ایمان اُسے دور سے سائیکل پر آتی نظر آئی۔وہ سائیکل چلاتی ہوئی پیلے پھولوں کی ڈالیوں سے گھیرے علاقے کے درمیان میں بنی باریک روڈ پر سے آرہی تھی ،سائیکل کے سامنے لگی باسکٹ میں بہت سارے پھول رکھے تھے۔اسنے سفید پیروں تک آتی لمبی فراک پہنی تھی۔جسکی آستین کہنیوں

سے تھوڑی اوپر تک بلون ڈیزائن میں بنی تھی۔اور سر پر وائٹ ہیٹ رکھا ہوا تھا۔گھنگریالے بال کھلے چھوڑ دیے تھے ،خوبصورت صاف وہ شفاف چہرہ ہلکی آتی ہُوئی دھوپ میں چمک رہا تھا۔

"ایمان اس طرف۔" وہ زور سے چلایا لیکِن ایمان تک آواز نہیں پہنچ پائی۔وہ آگے بڑھ کر اور زور سے چلایا۔لیکِن اب بھی آواز نہ پہنچ پائی تھی۔اب وہ پیلے پھولوں کے درمیان سے نکل کر سائیکل غلط سمت میں لے جانے لگی تھی۔وہ مسلسل آواز دیتا رہا لیکِن آواز ایمان تک نہیں پہنچی وہ کافی دور نکل چکی تھی۔

آہل رستم پر چڑھ کر اسکی طرف تیزی سے جا رہا تھا۔اُسکی بلی "میاؤں میاؤں" کی آواز کے ساتھ ایمان کے پیچھے لپکی۔

آہل اُسکے تھوڑا قریب پہنچ تھا اسنے گھوڑے کی رفتار اور تیز کی۔

"ایمان رک جاؤ آگے خطرہ ہے۔" وہ ایک دفعہ پھر چلایا۔

ایمان نے اُسکی آواز سن لی تھی اور فوراً بریک لگانے لگی لیکِن بریک نہیں لگے ،وہ زور سے چلّائی ،سامنے گہری کھائی تھی۔جو قریب پہنچنے پر ہی دکھائی دیتی تھی۔

"آہللل۔۔۔۔۔۔۔" اسنے اپنی آنکھیں بند کرلی۔

وہ اُس تک پہنچ چکا تھا۔ لیکِن وہ لڑکھڑاتی ہوئی کھائی میں جا گری تھی۔

"ایمان ن ن " وہ بے تحاشہ بلند آواز چیخا تھا۔

اور ماضی کی دھند چھٹ کر حال میں بدلتی گئی۔

☆☆☆☆☆

(جاری ہے)